Majallah-yi Talim o Tahqiq مجلہ تعلیم و تحقیق
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان
ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363
Issue 3, Vol 3,July-September شمارہ ۳، جلد ۳، جولائی — ستمبر

حقوق نسواں: شریعتِ اسلامی اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Rights of women in the light of Shariah and Constitution of Pakistan.a research study

محمد اویس اسماعیل[1]

Keywords:

women rights, Islamic law, constitution of Pakistan

Receiving Date:
19 July 2021
Acceptance Date:
21 September 2021
Publication Date:
30 September 2021

Abstract:

Islam is the only rule of law which has addressed the rights for women in detail. There are so many laws & guidelines in Islam which are specified for men to follow only and women are not liable to abide by these laws because Islam respects the feelings and emotions of women and give preference to these issues in this regard, Islam has devised several laws which emphasizes on the respect of women for example, Islam encourages educating women so much, that it has a devised a separate education facility for women in order to keep the peace of mind and confidence in education.

Contemporary traditions prevalent in Muslim world regarding women are mostly in contradiction to Islamic teaching and because of this few people who dislike Islamic, criticizes Islamic being religion of hardship for women. This research study is based on the above-mentioned problem and it mention the rights of women in the light of Islamic teaching and what are the contradictory behaviors Muslim societies have adopted.

[1]۔ لیکچرر، بحریہ کالج DHA کراچی

شریعتِ اسلامی کے مختلف احکامات پر غیر مسلموں اور ان سے متاثر روشن خیال مسلمانوں کی جانب سے مختلف النوع اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان اختلافات کی نوعیت اور وجوہات جو بھی ہوں بہر حال ان اعتراضات سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ معترضین اسلام کو عصرِ حاضر کے مسائل حل کرنے والا دین جانتے ہیں تبھی اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر معترضین کے بقول یہ چودہ سو سال پرانا دین ہے اور آج کے دور کے لیے قابلِ عمل نہیں ہے تو پھر اس کا ذکر چہ مانے دارد؟ کیا مقصد ہے اس پر اعتراض کرنے کا؟ کیا معترضین اتنے بے وقوف ہیں کہ ہزاروں سال پرانے کسی نظام پر آج اعتراض کر کے اپنا وقت ضایع کریں، نہیں! بلکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ معترضین اسلام کو آج کے مسائل حل پیش کرنے والا دین جانتے ہیں اسی لیے اس پر اعتراضات کر کے اس کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کی جاتی ہے، تاکہ اسلام دوبارہ دنیا میں قائدانہ کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ آجائے۔

انہیں اعتراضات میں سے ایک اعتراض عورتوں کے حقوق کے حوالے سے ہوتا ہے کہ اسلام عورتوں کو گھروں میں قید رکھنا چاہتا ہے انہیں آزادی نہیں دیتا، عورتوں کے اسلام میں کوئی حقوق نہیں ہیں، وغیرہ۔ بہر حال المیہ یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں کہیں نہ کہیں خواتین کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے، ان کے حقوق ادا نہیں کیے جاتے، انہیں تختۂ مشق بنایا جاتا ہے اور یہ ساری چیزیں اسلام کے کھاتے میں جاتی ہیں اور اسی بات کو لے کر اعتراض ہوتا ہے کہ مسلمان اسلام کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں تبھی عورتوں کے ساتھ یہ سلوک روا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسلام کے حصہ میں سوائے اعتراضات اور گالیوں کے کچھ نہیں آتا! جب مسلمانوں کے ان رویوں اور طرزِ عمل کی وجہ سے معترضین کی جانب سے اسلام پر اعتراضات کیے جاتے ہیں تو مسلمان کا ایک ہی نعرہ ہوتا ہے کہ 'اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے۔' اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام تو آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے، لیکن ہمارا کردار اس معاملے میں کیا ہے؟ کیا ہمارے کردار اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتے ہیں یا ہمارے کردار کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات کیے جاتے ہیں ہمیں اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

معترضین اسلام کو اس کے اصل ماخذ سے معلوم کرنے کے بجائے ہمارے اقوال اور افعال کو اسلام کہتے ہیں۔ ہمارے افعال و اقوال کے بارے میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ اسلام کی دی ہوئی تعلیمات ہیں اور مسلمان اگر عورت کے حقوق ادا نہیں کر رہا تو وہ اسلام پر عمل کر رہا ہے اور اسی بات کو لے کر وہ اسلام پر دانستہ یا نادانستہ اعتراض کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جذباتیت کے بجائے ان کے ہر اعتراض کا جائزہ لے کر مدلل انداز میں اس کا جواب دیا جائے تاکہ اسلام کا اصل نقطۂ نظر کھل کر سامنے آئے۔ اس مقالے میں بھی اسی پہلو کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اسلام عورتوں کو کیا حقوق عطا کرتا ہے اور دستورِ پاکستان کے تناظر میں پاکستانی مسلم معاشرے میں اس حوالے سے کیا قانون سازی کی گئی ہے۔

عورت سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام میں عورتوں کے مقام اور ان کے حقوق کے حوالے سے کئی تقسیمات (categories) ہیں۔ مثلاً:

- عورت کے حقوق بحیثیت انسان
- عورت کے حقوق بحیثیت ماں
- عورت کے حقوق بحیثیت بیٹی
- عورت کے حقوق بحیثیت بہن

عورت کے حقوق بحیثیت بیوی

ان تمام پہلوؤں سے اسلام نے ہر ایک سے متعلق تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ بحیثیت ایک انسان مجموعی طور پر عورت کے کیا حقوق ہیں صرف اس نکتے کا زیرِ نظر مقالے میں جائزہ لیا جارہا ہے۔

اسی طرح دستورِ پاکستان کی رو سے قانون سازی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ملک میں بننے والے تمام قوانین ایسے ہوں جو یکساں طور پر تمام شہریوں پر لاگو ہوں۔ اس میں کسی طبقے یا گروہ کو کوئی خاص اہمیت یا خصوصی مقام حاصل نہیں ہوگا کہ جس کی وجہ سے کسی کو خصوصی قانون سازی کے ذریعے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ دستور کی دفعہ ۲۵ (۱) اور (۲) کے مطابق ''تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں'' اور یہ کہ ''جنس کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔''[2] البتہ دستور کی دفعہ ۲۵ (۳) کے تحت ایسے قوانین وضع کرنے کی خصوصی اجازت دی گئی ہے جو خواتین و بچوں کے حقوق کا خصوصی تحفظ کرتے ہوں ''اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا۔''[3] اور اسی دفعہ کے تناظر میں پاکستان میں خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لیے خصوصی قانون سازی کی گئی ہے جس میں انہیں خصوصی تحفظ دیا گیا ہے۔ اسی طرح دستور کی دفعہ ۳۴ کے مطابق ''قومی زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔''[4]

اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت برابر ہیں۔

اسلام کی نگاہ میں بحیثیت انسان مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ قرآنِ مجید کی آیتِ مبارکہ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ اور بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی ہے۔[5]

اس آیت میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے کہ مرد کو زیادہ فضیلت دی گئی ہے اور عورت کو اس سے کم تر درجہ دیا گیا ہے بلکہ اس آیت کی رو سے مرد و عورت برابری کی بنیاد پر فضیلت کے حق دار ہیں۔ جس دور میں اسلام نے یہ اعلان کیا تھا اس دور کے حالات کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ بیٹی کو زندہ درگور کر دینے والا معاشرہ تھا[6] اسی طرح جب کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا چہرہ تاریک سیاہ ہو جاتا اور غم و غصہ اس پر چھا جاتا۔[7] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عورت کا معاشرے میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ یہ تو عرب معاشرے کی ایک تصویر تھی و گرنہ اس دور کی دیگر تہذیبوں اور اقوام میں بھی عورت کا کوئی مقام نہیں تھا۔ یونانی تہذیب میں

2۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ترمیم شدہ ۲۸ فروری، ۲۰۱۲، ص ۱۴

http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1391139448_469.pdf (۱۰-۱-۲۰۲۱)

3۔ ایضا

4۔ دستور پاکستان، ص ۱۷

5۔ الاسراء ۱۷: ۷۰

6۔ التکویر ۸۱: ۸

7۔ النحل ۱۶: ۵۸

عورت کا مقام یہ تھا کہ ایک یونانی ادیب لکھتا ہے: " دو مواقع پر عورت مرد کے لیے باعثِ مسرّت ہوتی ہے ایک تو شادی کے دن، دوسرے اس کے انتقال کے دن" [8] اسی طرح ایرانی تہذیب میں "مرد ہر قسم کی اخلاقی، قانونی اور مذہبی گرفت سے بلکل آزاد تھا وہ جتنی بیویوں کو چاہتا طلاق دے سکتا تھا۔" [9] رومی تہذیب میں "عورت کی چوپایوں کی طرح خرید و فروخت ہوتی تھی۔اسے شوہر کی ملکیت قرار دیتے تھے اور منجملہ جائیداد منقولہ کی طرح اسے بھی اس میں شمار کرتے تھے۔[10]

ان سب کے برعکس مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے مرد و عورت کو بحیثیت انسان یکساں احترام اور فضیلت کا حقدار قرار دیا اور عورت کو اس کے حقوق دلوائے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ آج اسلام ہی کو طعنہ دیا جاتا ہے کہ اس نے عورت کو کوئی حقوق نہیں دیے۔

اسی طرح نیکی کے معاملات میں بھی اسلام نے مرد و عورت میں جنس کی بنا پر کوئی تخصیص نہیں رکھی کہ اگر مرد نیکی کا کوئی کام کرے گا تو اسے زیادہ ثواب ملے گا اور عورت کو نیکی کرنے پر مرد سے کم ثواب دیا جائے گا۔قرآنِ مجید کا دوٹوک اعلان ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا کوئی عورت، بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔[11]

نیک اعمال کرنے اور اس پر اجر و ثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے دونوں کے لیے ایک ہی انعام 'جنت میں داخل ہونا اور رزقِ بے حساب' رکھا گیا ہے۔اسلام میں سارا دار و مدار ہی آخرت میں کامیابی پر رکھا گیا ہے اگر اسلام کے نزدیک عورت کی قدر و منزلت اور اس کا مقام مرد سے کم تر ہوتا تو لازماً وہ اس کا خیال آخرت کے معاملات پر بھی رکھتا مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا تو مطلب یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک مرد و عورت میں بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں ہے۔البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو فطری فرق مرد و عورت کی بناوٹ میں ہے اس کو مدِ نظر رکھ کر امورِ دنیا کو نمٹانے کے لیے مرد و عورت میں فرق رکھا گیا ہو۔اور یہ فرق بھی ہر جگہ پر نہیں ہے مثلاً: اگر کسی آفس میں مرد و عورت دونوں کام کرتے ہیں تو ان دونوں کو ان محنت اور صلاحیت کی بنیاد پر معاوضہ و ترقی دی جائے گی۔ صرف اس بنا پر کہ یہ مرد ہے اور اس کو زیادہ سہولیات دی جائے اور یہ عورت ذات ہے اور محض عورت ہونے کی بنا پر اسے پیچھے (Degrade) کیا جائے اسلام نے ان بنیادوں پر بحیثیت انسان ان دونوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔

8عمری، سیّد جلال الدین، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلی کیشنز، جنوری ۱۹۶۰، ص ۲۰

9صدیقی، مظہر الدین، اسلام اور مذاہب عالم، میٹرو پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۶، ص ۲۰۸

10عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۴

11۔الغافر ۴۰: ۴۰ مزید ان مقامات پر دیکھیے: النساء ۴: ۱۲۴، آل عمران ۴: ۱۹۵ ، النحل ۱۶: ۹۷

عزت واحترام: زمانہ جاہلیت میں عورت کا مقام جانور سے بھی بد تر تھا اور وہ عزت واحترام کے مفہوم سے بھی ناآشنا تھی اس دور میں اسلام نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ اجنبی عورتوں کو دیکھنے کا انہیں حق بھی نہیں ہے چہ جائے کہ ان کے متعلق کسی قسم کے غلط خیالات ان کے ذہنوں میں پیدا ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ اے نبی ﷺ مؤمنوں سے کہہ دیجیے اپنی نظروں کو جھکا کر رکھے۔[12]

میل ملاقات میں نظروں کو تب جھکایا جاتا ہے جب کسی ایسی معزز شخصیت سے ملاقات کی جارہی ہو جسے حد درجہ احترام دینا مقصود ہو اور اسے نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی گستاخی میں شمار ہوتا ہو۔ اس آیتِ مبارکہ میں اسلام مردوں کو حکم دیتا ہے کہ خواتین کو نظریں اٹھا کر بھی نہ دیکھو چہ جائے کہ 'مردوں کے شانہ بشانہ' چلنے کا پر فریب نعرہ دے کر خواتین کی تذلیل کی جائے۔

اسی طرح دستور پاکستان کی دفعہ ۱۴ کے مطابق شرفِ انسانی وغیرہ قابل حرمت ہوگا۔ اور اس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں: دفعہ ۱۴ (۱) کے مطابق: شرفِ انسانی اور قانون کے تابع، گھر کی خلوت قابل حرمت ہوگی۔ اور دفعہ ۱۴ (۲) کے مطابق: کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی۔[13]

ان دفعات کے مطابق عزت و شرف میں مرد و عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جائے گی جس طرح ایک مرد کی عزت قابلِ احترام ہوگی اسی طرح عورت کی بھی عزت قابل حرمت ہوگی۔

تحفظِ جان

اسلام میں ایک انسان کی جان بچانا تمام انسانوں کی جان بچانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے[14] اور وہ جان کسی کی بھی ہوسکتی ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس معاملے میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ یہ معاملہ صرف مرد کی جان بچانے کا ہے عورت کی جان بچانے کا نہیں ہے۔ بلکہ قرآن نے یہ بات واضح لفظوں میں بتائی ہے کہ قیامت کے دن زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا تھا[15] مرد کے حوالے سے پورے قرآن میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے کیوں؟ اس لیے کہ اسلام جس معاشرے میں آیا وہاں بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ ایسے معاشرے میں اسلام نے عورت کو تحفظ دیا اس کی جان محترم قرار دی اور کسی بھی عورت کو قتل کرنے پر قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ اسلام نے عورت کو زندہ رہنے کا سب سے بڑا حق اسے دلوایا اور پھر بھی کہا جاتا کہ اسلام عورت کو حقوق نہیں دیتا!

12۔ النور ۲۴: ۳۰

13۔ دستور پاکستان، ص ۱۰

14۔ المائدہ ۵: ۳۲

15۔ التکویر ۸۱: ۸۔۹

اور دستور کی دفعہ ۹ کے مطابق: کسی شخص کو، زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے۔[16]

اس دفعہ کے مطابق مرد ہو یا کوئی عورت اس کی زندگی اور آزادی کا تحفظ کیا جائے گا جب تک کہ قانونی طور پر کوئی بات اس کے اس حق کے خلاف ثابت نہ ہو جائے۔

تعلیم کا حق

اسلام تعلیم کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔اس کی روشن مثال سب سے پہلی وحی ہے جس کا آغاز ہی 'پڑھو' کے لفظ سے ہوا۔ تعلیم کے معاملے میں اسلام نے نہ تو عمر کی قید لگائی ہے اور نہ ہی جنس کی بنیاد پر مرد و عورت میں کوئی تخصیص کی ہے۔ بلکہ فرمایا:

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اللہ نے اس حال میں تمہیں پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل بنایا تا کہ تم شکر گزار بنو۔[17]

اس آیتِ مبارکہ میں حصولِ علم کے تین ذرائع بیان کیے گئے ہیں کان، آنکھ اور دل اور بحیثیت انسان ہر ایک کو یہ نعمت عطا کی گئی۔ اگر عورت کو تعلیم سے محروم رکھنا اسلام کی پالیسی ہوتی تو ضرور اس کو ان تین چیزوں سے محروم رکھا جاتا مگر ایسا نہ کر کے واضح پیغام دیا کہ حصولِ علم کے لیے ان تین ذرائع کا استعمال کرو اور اس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خواتین نے حصولِ علم کے لیے اللہ کے رسول ﷺ سے خصوصی وقت دینے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرما دیا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے عورتوں نے کہا کہ مرد ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتے ہیں آپ ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرما لیا اس دن ان سے ملتے انہیں نصیحتیں کرتے اور احکامات دیتے۔[18]

اگر اسلام عورت کو تعلیم کا حق نہ دیتا اور اسے محروم رکھنا چاہتا تو صحابہ کرامؓ سیدہ عائشہؓ سے کیسے علم حاصل کر سکتے تھے؟ اسلام عورت کو حقِ تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ اس کی پر زور حمایت بھی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام یہ لازم کرتا ہے کہ مخلوط نظام کے بجائے عورت کو مرد سے علیحدہ (Separate) ماحول میں تعلیم مہیا کی جائے تا کہ عورت مکمل یکسوئی اور توجہ سے تعلیم حاصل کرے اور اوباش لوگوں کی شرارتوں اور ان کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے۔ اسلام نے مخلوط طرزِ معاشرت کی ممانعت کرتے ہوئے باقاعدہ اس سلسلے میں پردے کے احکامات نازل فرمائے تا کہ کوئی بھی نفسیاتی مریض (Harasser) جو عورتوں تک پہنچنے کی آزادی چاہتا ہے اس کے تمام راستے مسدود کر دیے جائیں۔ اس سے زیادہ اور کون عورت کے حقوق کا خیال رکھ سکتا ہے؟ اس کے باوجود یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو تعلیم کا حق نہیں دیتا!

16۔ دستور پاکستان، ص ۶

17۔ النحل ۱۶: ۷۸

18. محمد بن اسماعیل بخاری، (م: ۲۵۶ھ)، الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدہ فی العلم جلد ۱/ ص، ۳۲، رقم الحدیث ۱۰۱

اسی طرح دستور کی دفعہ ۲۵ (الف) کے مطابق "ریاست پانچ سے سولہ سال تک کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مذکورہ طریقہ کار پر جیسا کہ قانون کے ذریعے مقرر کیا جائے مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔[19]

اس دفعہ کے مطابق چاہے لڑکے ہوں یا لڑکیاں دونوں کی تعلیم کے لیے ریاست خصوصی اقدامات کرے گی۔

تجارت/ملازمت کا حق

بنیادی طور پر مرد پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنے بیوی، بچوں کے نان ونفقہ کا بندوبست کرے اسی لیے کسبِ معاش کا اسے مکلف ٹھہرایا گیا ہے لیکن اگر حالات وواقعات کی وجہ سے یہ ذمہ داری اگر عورت اٹھاتی ہے تو اسلام اس کو منع نہیں کرتا کیوں کہ قرونِ خیر میں ہمیں ایسی کئی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جو پیشۂ تجارت سے وابستہ تھیں اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا البتہ اسلام اس سلسلے میں پردے کی شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دیتا ہے۔

قرونِ خیر کی ان خواتین میں سے ایک خاتون حضرت قیلہؓ (امّ بنی انمار) کا تذکرہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی تجارت کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے عرض کیا تھا: "انی إمرأة ابیعُ و اشتری" کہ میں ایک ایسی عورت ہوں، جو مختلف چیزوں کو بیچتی بھی ہوں اور خریدتی بھی ہوں۔[20] حضرت حولاءؓ "العطّارة" (خوشبو فروش) کے نام سے مشہور تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں بھی آتی تھی اور عطر فروخت کرتی تھی رسول اللہ ﷺ ان کو ان کے عطر کی خوشبوؤں سے پہچانا کرتے تھے ایک دن رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں دیکھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے ان سے کچھ خریدا بھی ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا کہ آج یہ کاروبار کی غرض سے نہیں آئیں، اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی شکایت کو سنا اور ان کی رہنمائی فرمائی۔[21] اسی طرح دورِ رسالت میں رفیدہ نامی ایک خاتون زخموں کا باقاعدہ علاج اور ان کی مرہم پٹی کیا کرتی تھی یہاں تک کے زخم وغیرہ کے آپریشن بھی کرتی تھیں جب سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوگئے اور ان کا زخم بڑھ گیا تو ان کو انہی خاتون صحابیہؓ کے خیمے میں منتقل کیا گیا اور اس وقت ان کا خیمہ مسجد میں لگایا گیا تھا۔[22] اسی طرح حضرت خولہؓ، ملیکہؓ، ثقیفہؓ اور امّ ورقہؓ عطریات کی تجارت کیا کرتیں تھیں۔ اسماءبنتِ مخربہؓ دورِ عمرؓ میں عطر کا کاروبار کرتی تھی ربیع بنتِ معوذ بن عفراءؓ کہتی ہیں: "ان کا بیٹا عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عطر بھیجتا تھا وہ اسے بیچتی تھی اور ہم ان سے خریدتی تھیں"۔[23] حضرت عمرؓ مشہور صحابیہ حضرت شفاءبنت عبداللہ عدویہؓ کو بازار سے متعلق بعض ذمہ داریاں سونپا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

أسلمت الشفاء قبل الهجرة فهي من المهاجرات الأول، وبايعت النبي صلى الله عليه وسلم كانت من عقلاء النساء وفضلائهن--- وكان عمر يقدمها فِي الرأي ويرضاها ويفضلها، وربما ولاها شيئا من أمر السوق حضرت شفاءؓ ہجرت سے پہلے اسلام لا چکی تھی وہ ابتدائی مہاجرین میں سے تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت بھی کی تھی وہ عقل و فہم اور فضیلت والی عورتوں میں سے تھیں۔۔۔ حضرت عمرؓ ان کو رائے میں ترجیح دیتے، ان کی رضامندی لیتے اور ان کو ترجیح دیتے تھے اور کبھی کبھی بازار کے معاملات

---

[19]۔ دستورِ پاکستان، ص: ۱۵

[20]۔ محمد بن سعد، الطبقات الكبرى، تحقيق: محمدعبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت، ۱۴۱۰ھ- جلد۸، ص ۲۴۰، رقم الحدیث ۴۲۷۷

[21]۔ابن الاثیر، اسدالغابہ فی معرفة الصحابة، ،دار الكتب العلمية، بیروت ۱۴۱۵ھ- - ۱۹۹۴ م، جلد۷، ص۷۷

[22]۔ أحمد بن علي ابن حجر ، تهذيب التهذيب، دار الفكر – بيروت، ۱۴۰۴ - ۱۹۸۴، جلد۱۲، ص۴۱۹

[23]۔ابن سعد، جلد ۸، ص ۲۱۶

بھی ان کے سپرد کرتے تھے۔[24]

اس روایت سے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ امور جو عموماً مردوں کے سپرد کیے جاتے تھے، ضرورت کے تحت خواتین کو بھی ان پر مامور کیا جاسکتا ہے۔ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اسلام عورت کی تذلیل کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا اور اسی لیے اس نے پردہ کے احکامات نازل کیے کہ جو کچھ بھی ہو گا پردے کے احکامات کے مطابق ہو گا تاکہ عورت ''زمانۂ جاہلیت'' کی طرح دوبارہ مردوں /کاروباری اداروں کے زیرِ استعمال چیز بن کر نہ رہ جائے۔اسلام ہر گز یہ نہیں چاہتا کہ عورت کی عزت و شرف کو پامال کر کے اسی کو قابلِ فروخت چیز بنا دیا جائے۔

ملازمت یا کاروبار کرنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ عورت اپنی عزت و وقار کھو دے ۔اسلام اس معاملہ میں ہر گز برداشت (Compromise) نہیں کرتا۔آج کل مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور مساوات مرد وزن کا جو خوبصورت نعرہ لگایا جاتا ہے تو کیا واقعی مرد وزن میں فطری مساوات ہے ؟اگر پوچھا جائے کئی امور ایسے ہوتے ہیں جو مرد سر انجام دیتا ہے تو کیا عورت بھی وہ امور سر انجام دے سکتی ہے ؟ یا ایسے کام جو عورت کے ساتھ خاص ہیں کیا مرد ایسے کام کر پائے گا؟قدرت نے ان دونوں کی بناوٹ میں فطری فرق رکھا ہے کوئی بھی عقلمند اس فرق کو نظرانداز نہیں کر سکتا یا پھر ان نعروں کا مقصد صرف یہ ہے کہ عورت مصنوعات بیچنے کے لیے کاؤنٹر پر ایک خوبصورت شو پیس کی طرح بٹھائی جائے !اشتہارات میں استعمال کی جائے !اس کی عزت و وقار اس کے جذبات واحساسات کو کچلا جائے !اس کو صرف اپنی انگلیوں پر نچا کر اور فالتو کپڑے (Tissue Paper) کی طرح استعمال کیا جائے !اسلام کے نزدیک سب سے پہلے عورت کی عزت و وقار اس کے جذبات واحساسات کی قدر اور ان کی اہمیت ہے باقی چیزیں بعد میں ہیں اسی لیے تو شوہر پر نان ونفقہ کی ذمہ داری عائد کی گئی کہ وہ کما کر اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے وہ اس کی ذمہ داری ہے نہ کہ شوہر کے اخراجات پورے کرنا بیوی کی ذمہ داری ہے۔

عورت کو کمانے کے جس چکر میں ڈالا گیا ہے یہ صرف مادہ پرستانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے کہ عورت گھروں میں ملکہ بن کر اور سکون سے کیوں بیٹھی رہے اسے بھی معیشت کے پہیہ میں جوت دو اور کولہوں کے بیل کی طرح چکر دیتے رہو تاکہ ان کے کاروبار چلتے رہیں۔غربت اور مہنگائی کو بنیاد بنا کر عورتوں کو بھی گھروں سے نکال کر کمانے کے لیے جو باتیں بنائی جاتی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غربت اور مہنگائی کے یہ اسباب کس نے پیدا کیے ہیں ؟انہیں مادہ پرست ساہوکاروں نے اور اس کا ایک سب سے بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ جن بچوں کی خاطر عورت بھی گھر سے کمانے کے لیے نکلنے پر مجبور ہوئی ان بچوں کی تربیت کا مسئلہ پسِ پشت چلا گیا اور وہ خرافاتِ زمانہ کا شکار ہونے لگے۔اگر اولاد ہی بگڑ جائیں تو اس کمانے کا کیا فائدہ!

اسی طرح دستور کی دفعہ ۱۸ کے تحت خواتین کو بھی قانون کے تحت کوئی بھی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی بھی جائز کاروبار یا تجارت کرنے کا حق ہے۔

> ایسی شرائط قابلیت کے تابع، اگر کوئی ہوں، جو قانون کے ذریعے مقرر کی جائیں، ہر شہری کو کوئی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق ہو گا۔[25]

اسی طرح اگر کوئی خاتون ملازمت کے لیے دی گئی تمام شرائط پر پورا اترتی ہے تو اس کے ساتھ صنفی بنیادوں پر امتیازی اور تفریقی سلوک روا نہیں رکھا جاسکتا۔دستور کی دفعہ ۲۷ میں ہے کہ:

---

[24]۔ أبو عمر يوسف بن عبد الله ابن عبد البر (م: ۴۶۳ھ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، المحقق: علي محمد البجاوي، دار الجيل، بيروت، ۱۴۱۲ - ۱۹۹۲م، جلد ۴،ص ۱۸۶۹

[25]۔دستورِ پاکستان، ص ۱۱

کسی شہری کے ساتھ جو بہ اعتبارِ دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقامِ پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔[26] مزید یہ کہ دستورِ پاکستان کی رو سے عورتوں سے ایسے کام بھی نہیں لیے جاسکتے جو ان کی جنس کے لیے نامناسب ہو۔ دستور کی دفعہ ۳۷(ہ) کے مطابق: منصفانہ اور نرم شرائطِ کار، اس امر کی اجازت دیتے ہوئے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے گا جو ان کی عمر اور جنس کے لیے نامناسب ہوں، مقرر کرنے کے لیے، اور ملازم عورتوں کے لیے زچگی سے متعلق مراعات دینے کے لیے، احکام وضع کرے گی۔[27] اسی طرح ملازمت کے مقام پر کسی خاتون کو جنسی طور پر ہراساں کرنا بھی قانون کی نظر میں جرم ہے اور اس جرم کے مرتکب کو قانوناً سزا دی جائے گی۔[28]

ان دفعات کی رو سے عورت کو بھی حقِ ملازمت یا کاروبار حاصل ہے البتہ اس میں بھی صراحتاً یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایسے کام جو عورتوں کی جنس کے لیے نامناسب ہو وہ ان سے نہیں لیے جاسکتے۔

عورت پر گھریلو تشدد کی ممانعت

ہمارے سامنے عرب جاہلیت اور اس دور کی تہذیبوں کی صورتحال سامنے ہو تو اندازہ ہوتا ہے کہ عورت کو اس دور میں انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ پیدا ہوتے ہی لڑکی کو زندہ دفن کر دینا معمول تھا ایسے ماحول میں رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں: "اللہ کی بندیوں کو نہ مارو" پھر ایک صحابی کی شکایت پر کہ عورتیں اپنے شوہروں پر جری ہو گئی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے معاملات کو بگاڑ سے بچانے کے لیے تادیباً مارنے کی اجازت دی۔ لیکن پھر عورتوں کی شکایت پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے وہ لوگ بہتر نہیں ہیں جو اپنی بیویوں پر ہاتھ اٹھائے۔"[29]

اس حدیثِ مبارک کے الفاظ پر غور کیجیے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مارنے کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں مار پیٹ کرنے سے مردوں کو روکا اور عورتوں پر بے جا ہاتھ اٹھانے کی رسم پر پابندی لگائی۔ مگر جب عورت اپنی فطری جذباتیت کی وجہ سے شوہروں پر جری ہونے لگی تو تادیباً انہیں مارنے کی اجازت دی گئی (حکم نہیں) تاکہ گھر کے معاملات ٹھیک طور پر چلیں۔ قرآنِ مجید میں بیوی کی نافرمانی کو روکنے کے لیے مار پیٹ حل نہیں بتایا بلکہ سب سے پہلے فرمایا:

فعِظُوهُنَّ (انہیں نصیحت کرو) اس کے بعد فرمایا وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (بستر الگ کرلو) اس کے بعد آخری حل کے طور پر بیان فرمایا وَاضْرِبُوهُنَّ (اور انہیں مارو) اور آخر میں فرمایا فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَاتَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا اگر وہ مان جائیں (نصیحت کرنے کے بعد ہی یا تھوڑی

---

[26]۔ دستورِ پاکستان، ص ۱۵

[27]۔ دستورِ پاکستان، ص ۱۸

[28] http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1300929288_550.pdf (۱۰-۱-۲۰۲۱) ا

[29]. ابو محمد حسین بن مسعود البغوی محیی السنة (م: ۵۱۶ھ) ،شرح السنة، المكتب الإسلامي، بيروت، ۱۴۰۳ھ – ۱۹۸۳، جلد ۹، ص ۱۸۶ ، رقم الحدیث ۲۳۴۶

ناراضی ظاہر کرنے کی صورت میں یا پھر مار کے نتیجے میں) تو انہیں تنگ کرنے کے بہانے تلاش نہ کرو[30]۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ اگر بیوی سے کوئی غلطی ہو جائے تو سب سے پہلے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور پھر بعد میں نصیحتیں کر رہے ہوتے ہیں اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے۔اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مار آخری حل کے طور پر ہے۔اسلام کی یہ تعلیمات اصلاحِ احوال کے طور پر ہے ورنہ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی دیکھ لیں آپ ﷺ نے کبھی اپنے خادم کو یہ الفاظ نہیں کہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ازواجِ مطہرات ؓ تو دور کی بات ہے کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی سخت الفاظ بھی کہے ہوں۔حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ: کبھی بھی رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کو، کسی خاتون یا کسی غلام کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔[31]

اسی طرح دستورِ پاکستان کی روشنی میں عورتوں پر گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے صوبائی حکومتوں اور وفاقی حکومت نے مختلف اوقات میں قانون سازی کی ہے۔[32]لیکن ان قوانین کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ اس میں کچھ شقیں ایسی بھی شامل کر دی گئی ہے جو خلافِ اسلام ہیں۔اس پر مختلف علماے کرام نے اپنی آراء بھی پیش کی ہیں۔اس حوالے سے شرعی تعلیمات کی روشنی میں ان قوانین کا تجزیہ کیا جانا بھی ضروری ہے۔

میراث کا حق

عرب میراث میں عورتوں کو اس لیے حق نہیں دیتے تھے کہ وہ لڑائی وغیرہ نہیں کرسکتی ہیں اسی طرح دیگر تہذیبوں میں بھی عورت کا میراث میں کوئی حق نہیں ہوتا تھا[33] مگر اسلام نے اس حق میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ دونوں کو حقِ وراثت دیا ہے۔جس طرح کوئی مرد کسی کا وارث بنتا ہے اسی طرح عورت بھی وارث بنتی ہے، چاہے وہ ماں، بیٹی، بیوی یا بہن میں سے کوئی بھی رشتہ ہو۔اب یہ الگ سوال ہے کہ مرد و عورت کے حصوں میں فرق کیوں ہے؟ اس سوال کے ضمن میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی ضروری ہے کہ یہ بھی مطلق نہیں ہے کہ میراث کی ہر تقسیم میں عورت کو لازماً مرد سے کم حصہ ملے گا بلکہ کچھ حصوں میں ہی ایسا ہوتا۔اس میں بھی حکمت نظر آتی ہے وہ یہ کہ آج کل خواتین بھی کثیر تعداد میں میدانِ معیشت میں ہیں۔کتنی خواتین ایسی ہیں جو اپنی کمائی اپنے شوہروں کو دیتی ہیں؟ لیکن گھر کا نظام چلانے کے لیے مرد اپنی آمدن گھر والوں پر خرچ کرنے کا پابند ہے کیونکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے۔اگر اسے کسی طریقے سے مدد ملتی ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔میراث میں زیادہ حصہ مل بھی گیا تو بھی اسے وہ اپنے گھر میں ہی خرچ کرے گا کیونکہ اسلام نے کمانے اور کھلانے کی ذمہ داری مرد کو دی ہے اور عورت کے حصے میں جو آیا وہ اسی کا ہے وہ اس مال کو کسی پر خرچ کرنے کی پابند نہیں ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ جس دور میں اسلام یہ احکامات دے رہا ہے وہاں تو اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ عورت کو میراث میں سے کچھ ملے گا یہ تو اسلام کا احسان ہے کہ اس نے معاشرے کی اس رسم کو بھی ختم کیا اور عورت کو بھی ورثا میں شمار کیا۔اب جو مسلمان مختلف حیلے بہانوں سے عورت کو میراث سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس معاملے میں اسلام جوابدہ نہیں

30۔ النساء۴: ۳۴

31۔مسلم بن حجاج قشیری (م:۲۶۱)،الصحیح، دارالجیل بیروت+دارالآفاق الجدیدۃ۔ بیروت، س ن، جلد ۷، ص ۸۰، رقم الحدیث ۶۱۹۵

32 http://www.senate.gov.pk/uploads/documents/1623998886_516.pdf (28.9.21)
http://punjablaws.gov.pk/laws/2634.html (28.9.21)
http://www.pas.gov.pk/uploads/acts/Sindh%20Act%20No.XX%20of%202013.pdf (28.9.21)

33ڈاکٹر گستاولی بان، تمدن عرب، اعظم سٹیم پریس حیدر آباد، دکن،۱۹۳۶ء، ص ۴۵۸

بلکہ ایسا کرنے والے اسلام کو جوابدہ ہیں۔

ملکیت کا حق

جس دور میں عورت خود مرد کی ملکیت شمار ہوتی تھی،ذاتی جاگیر اور خرید وفروخت کے قابل سمجھنے والی چیزوں میں اس کا شمار ہوتا تھا اس وقت اسلام نے اسے ملکیت کا حق دیا کہ وہ خود ملکیت شمار نہیں ہوگی بلکہ اسے بھی مردوں کی طرح اپنی ملکیت میں زمینیں، جائداد، وغیرہ رکھنے کا حق ہوگا۔ فرمایا: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ مردوں کے حصے میں وہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے حصے میں ان کی کمائی ہے۔[34]

موجودہ مغربی معاشرے میں سب سے زیادہ عورت کے حقوق اور اس کی آزادی کے نعرے لگائے جاتے ہیں لیکن خود اس معاشرے میں ۱۹۶۰ تک امریکا میں اور ۱۹۷۵ تک برطانیہ میں شادی شدہ خاتون اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر بینک اکاؤنٹ تک نہیں کھول سکتی تھی یہاں تک کہ شادی شدہ عورت کا اپنے مال پر کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کے مال اور جائیداد پر سارا اختیار شوہر کا ہی ہوتا تھا۔[35] لیکن یہی حقِ ملکیت عورت کو اسلام چودہ سو سال قبل تفویض کر چکا ہے۔ عورت کو اپنی ملکیتی اشیاء میں ہر طرح کے تصرّف کا مکمل اختیار دیا گیا ہے۔یعنی وہ خرید و فرخت کرے ، کرایہ پر لین دین کرے، کسی کو تحفہ دے، وصیت کرے، وقف کرے، صدقہ کردے، ادھار دے، رہن رکھوائے، ضمانت دے یا اپنے مال سے سرمایہ کاری کرے، خواتین اپنے مالی معاملات و معاہدے خود کر سکتی ہیں وہ ہر قسم کی جائیداد اور مال واسباب کی مالک ہو سکتی ہیں، وارثوں کے علاوہ جس کے لیے چاہیں وصیت کریں۔ کسی مسلمان کی کوئی رائے یا اس کا ذاتی عمل عورت کو اس کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا جو مسلمان ایسا کام کرتا ہے در حقیقت وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہا بلکہ اپنی انا اور ذاتی خواہش کو اسلام سے تعبیر کرتا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ مالی لحاظ سے کمزور تھے تو ان کی اہلیہ نے اس سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں کہ کیا میں آپ پر خرچ کر سکتی ہوں؟ انہوں نے جوابا کہا کہ آپ خود معلوم کر لیں جب انہوں نے اس مسئلے سے متعلق معلوم کروایا کہ کیا بیوی اپنے شوہر پر خرچ کر سکتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور اس کے لیے دو اجر ہیں: ایک رشتے کا خیال رکھنے کا اور دوسرا صدقے کا۔[36] اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کی ملکیت میں جائیداد ہوتی ہے اور وہ اپنی مرضی سے جیسے چاہے خرچ کرے اس پر کوئی پابندی نہیں اور نہ ہی اس کے باپ یا بھائی یا بیٹے یا شوہر کو اس میں مداخلت کا کوئی حق ہے۔

دستورِ پاکستان کی دفعہ ۲۳ کے مطابق دستور اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق ہوگا۔[37]

اس دفعہ کے مطابق پاکستان کا ہر شہری چاہے مرد ہو یا عورت اپنی ملکیت میں قانون کے مطابق جائیداد رکھنے اور اس میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔

---

[34]۔النساء ۴: ۳۲

[35] -https://www.britannica.com/topic/coverture (۳-۹-۲۰۲۰)

[36] بخاری، بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالأَيْتَامِ فِي الحَجْرِ، جلد ۲، ص ۱۲۱، رقم الحدیث ۱۴۶۶

[37]۔ دستورِ پاکستان، ص ۱۳

حقِ اظہارِ رائے

ملک کی شہری ہونے کی بناپر عورت کو ملکی معاملات میں اپنی رائے دینے کا حق ہے۔ حق رائے دہی کا تعلق ایسے معاملات سے ہیں جو شرعی نقطۂ نظر سے ''عفوِ شرعی'' کے دائرے میں شامل ہیں جب تک ان کے اس حق کے خلاف کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہوتی انہیں اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔اس معاملے میں نہ کوئی زبردستی انہیں اس حق رائے دہی سے روک سکتا ہے اور نہ ہی زبردستی کوئی ان کی رائے لے سکتا ہے اس میں وہ بااختیار ہے اور اپنے حق کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتی ہے۔شریعت میں اس حوالے سے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی ہے بلکہ شرعی احکامات میں ان کی رائے کا احترام کیا گیا ہے تو ملکی معاملات ایک ثانوی چیز ہے۔جب حضرت عمرؓ نے مہر کی رقم کو ایک خاص حد تک متعین کرنا چاہا تو ایک خاتون نے ان کی اس رائے سے اختلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع بھی کیا۔[38]

اسی طرح دستورِ پاکستان نے بلاامتیاز جنس مملکت کے تمام شہریوں کو رائے دہی کا حق دیا ہے۔دستور کی دفعہ ۵۱(۲) کے مطابق:

ایک شخص ووٹ دینے کا حق دار ہو گا،۔۔۔

(الف) وہ پاکستان کا شہری ہو،

(ب) وہ عمر میں اٹھارہ سال سے کم نہ ہو،

(ج) اس کا نام انتخابی فہرست میں موجود ہو، اور

(د) اسے کسی بااختیار عدالت نے فاتر العقل قرار نہ دیا ہو۔[39]

اس دفعہ میں اگرچہ صیغہ مذکر استعمال کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ رائے دہی کا حق صرف مرد شہریوں کو ہے عورتوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دستور ہی کی دفعہ ۲۶۳ میں مذکور ہے کہ: اس دستور میں،۔۔۔

(الف) وہ الفاظ جن سے صیغہ مذکر کا مفہوم نکلتا ہو، صیغہ مونث پر بھی حاوی سمجھے جائیں گے۔[40]

احتجاج کا حق

بطور شہری کسی بھی قانون کی حمایت یا مخالفت میں انہیں بھی اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کا مکمل اختیار ہے۔شرعی حدود میں کسی بھی حوالے سے انہیں احتجاج کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مارنے کی ممانعت میں تخفیف کرتے ہوئے ان کی سرزنش کی اجازت دی تو کم از کم ستر خواتین نے رسول اللہ ﷺ کے گھر اس کے خلاف شکایت کی۔رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو ڈانٹا نہیں کہ تمہیں اس معاملے میں کچھ بولنے کا کوئی حق نہیں ہے بس چپ چاپ اور تابعدار بنی رہو بلکہ یہاں پر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کی حمایت میں کلمات ارشاد

38- عبد الرزاق بن همام الصنعاني ،المصنف، تحقيق:حبيب الرحمن الأعظمي،المكتب الإسلامي،بيروت،۱۴۰۳، جلد ۶،ص۱۸۰،رقم الحديث ۱۰۴۲۰

39-دستورِ پاکستان، ص۲۶

40-دستورِ پاکستان، ص۱۷۵

فرمائے "وَلَا تَجِدُونَ أُولَئِكَ خِيَارَكُمْ." "تم میں وہ لوگ بہتر نہیں ہیں جو اپنی بیویوں پر ہاتھ اٹھائے۔[41]

دستور کی دفعہ ۱۶ کے تحت: امنِ عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو پرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق ہو گا۔[42]

تفریحی سرگرمیوں (Outing) کا حق

عورت بھی ایک انسان ہے۔اس کا بھی دل، دماغ، جذبات و احساسات ہیں۔ اسی بنا پر اسلام نے اسے اپنی عزت و وقار ملحوظ رکھ کے اور مردوں سے پردہ کر کے الگ ماحول میں تفریحی سرگرمیوں کی مکمل اجازت دی ہے کیونکہ مردوں کے ساتھ تفریح کرنے کی صورت میں وہ خود تفریح کرنے کے بجائے تفریح کا سامان بن جائے گی۔ اس صورت میں اس کی عزت و وقار اور تفریحی حقوق کی پامالی کا اندیشہ ہے۔ایک مرتبہ حبشہ کے کچھ لوگ کرتب بازی کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ ؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے وہ کرتب دکھایا اور وہ آپ ﷺ کے کندھے مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر اس وقت تک دیکھتی رہیں جب تک وہ خود تھک نہ گئی۔[43]

دستور کی دفعہ ۲۶(۱) کے مطابق: عام تفریح گاہوں یا جمع ہونے کی جگہوں میں جو صرف مذہبی اغراض کے لیے مختص نہ ہوں، آنے جانے کے لیے کسی شہری کے ساتھ محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔اور دفعہ ۲۶ (۲) میں مزید لکھا گیا ہے کہ: شق (۱) میں مذکورہ کوئی امر عورتوں اور بچوں کے لیے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مملکت کے مانع نہیں ہو گا۔[44]

حقِ ڈرائیونگ

اسی طرح خاتونِ خانہ کو گاڑی چلانے کا حق حاصل ہے کیوں کہ اگر عورت کو ڈرائیونگ کا حق نہیں دیا جائے گا تو لا محالہ اس کے لیے کوئی مرد ڈرائیور رکھنا پڑے گا جو کہ عورت کی ڈرائیونگ سے زیادہ خطرناک بات ہے اور ویسے بھی اس کا تعلق انسانی امور سے ہے اور اس کو حرام قرار دینے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ مگر ڈرائیونگ کے دوران پردے کے احکامات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ بعد میں اوباش لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے جگ ہنسائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جو خاتون پردے کے احکامات کا خیال نہیں رکھ سکتی اُسے چاہیے کہ پھر اپنے گھر میں آرام و سکون سے ملکہ بن کر بیٹھے کیونکہ اس کے آرام اور آسائشوں کا خیال رکھنے کے لیے اس کے مرد رشتے دار مکلف ہیں بجائے اس کے کہ وہ بغیر پردے کے گھر سے باہر نکلے اور اوباش لوگوں کی اوچھی حرکتوں کی وجہ سے ذہنی کوفت اور پریشانی کو شکار ہو جائے۔

خصوصی قوانین برائے خواتین دستور کی ان دفعات اور شقوں کے علاوہ دستور کی دفعہ ۲۵ (۳) کے تحت بھی خواتین کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں پاکستان میں خصوصی قوانین بنائے گئے ہیں۔ چند اہم قوانین کی فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے۔

---

[41]-محيي السنة، جلد ۹، ص ۱۸۶ رقم الحديث ۲۳۴۶

[42]- دستورِ پاکستان، ص ۱۰

[43]بخاری، کتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم، جلد ۷، ص ۳۸، رقم الحديث ۵۲۳۶

[44]- دستورِ پاکستان، ص ۱۵

1. عورتوں کا استحصال اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتنے والے رسم ورواج کے امتناع کا قانون ۲۰۱۱
(Prevention of anti-women Practices (Criminal Law Amendment) Act 2011)

2. کام کی جگہ پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کے خلاف قانون ایکٹ ۲۰۱۰
(The Protection against Harassment of Women at the Workplace Act 2010)

3. فوجداری قوانین میں دوسری ترمیم ۲۰۱۱
(The Criminal Law (Second Amendment) Act 2011)

4. تحفظِ نسواں فوجداری قوانین میں ترمیم جس میں جنسی زیادتی بھی شامل ہے ایکٹ ۲۰۰۶
(Protection of Women (Criminal Laws Amendment) Act 2006)

5. فوجداری طریقہ ضابطہ اخلاق میں ترمیم ایکٹ ۲۰۱۱
(Code of Criminal Procedure Amendment Act 2011)

6. فوجداری قوانین میں ترمیم ایکٹ ۲۰۱۰
(Criminal Law Amendment Act 2010)

7. سرپرست اور دیکھ بھال کرنے والوں کے لیے ایکٹ ۱۸۹۰
(The Guardians and Wards Act 1890)

8. غیر ملکیوں سے شادی کا ایکٹ ۱۹۰۳
(The Foreign Marriages Act 1903)

9. بچوں کی شادی پر پابندی کا ایکٹ ۱۹۲۹
Child Marriage Restrained Act 1929

10. مسلم شادیوں کو منسوخ کرنے کا ایکٹ ۱۹۳۹
The Dissolution of Muslim Marriages Act 1939

11. مسلم عائلی قوانین کا فرمان/آرڈیننس ۱۹۶۱
The Muslim Family Laws Ordinance 1961

12. مغربی پاکستان کا عدالتی فیملی ایکٹ ۱۹۶۴
West Pakistan Family Court Act 1964

13. حدود آرڈیننس ۱۹۷۹
The Hudood Ordinances 1979

14. قانونِ شہادت کا فرمان ۱۹۸۴
Qanoon-e-Shahadat Order 1984

15. پاکستان کے شہریوں کا ایکٹ جس میں جزوی ترمیم کی گئی ۲۰۰۱
Pakistan Citizenship Act 1951 Partially Amened in 2001

16. عائلی قوانین میں ترامیم خلع وغیرہ لینے کے لیے ۲۰۰۲

Amendments in Family Courts Act for Khula etc. in 2002

17. فوجداری قوانین میں ترمیم غیرت کے نام پر جرائم ۲۰۰۴

The Criminal Law (Amendment) Act 2004 (on honors crime)

18. ملازمت کے مقام پر خواتین کو ہراساں کرنے سے تحفظ کا قانون

The protection against harassment of women at the workplace Act 2010

خلاصہ بحث

حقوقِ نسواں کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر سامنے آنے سے یہ بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ اسلام عورت کو دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح اچھوت، حقیر یا جانوروں سے بدتر نہیں سمجھتا بلکہ اُسے بھی بحیثیت انسان مردوں کے مساوی عزت واحترام دیتا ہے اور اُسے بالکل باندھ کر رکھنا بھی اسلام کی پالیسی نہیں ہے بلکہ اسلام اس کی عزت و شرف اس کے احترام کو بلند مقام دیتا ہے اسی لیے اپنے بچوں کی نگہداشت اور ان کی پرورش کے لیے اس کے شوہر کو مکلف کیا ہے کہ زمانے کی سختیوں کو وہ برداشت کرے۔

مسلمان معاشروں میں ایسی صورتحال کیوں پیدا ہوتی ہے کہ خواتین کو میراث سے محروم کر دیا جائے یا کاروکاری کے الزام میں قتل کیا جائے یا پسند کی شادی کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے اور اسی طرح دیگر معاملات میں انہیں صنفی امتیاز کا سامنا کرنا پڑے؟ تو اس کی اصل وجہ اسلامی تعلیمات کی کمی یا اس میں کسی قسم کے جھول کی وجہ نہیں ہے بلکہ اسلام نے ان جرائم کے ارتکاب پر جو سزائیں مقرر کی ہیں ان کو نافذ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ آج ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سزائیں ملنی شروع ہو جائیں اور سزا بھی وہی جو اسلام نے تجویز کی ہے تو یقیناً معاشرہ پرامن اور خواتین محفوظ ہو جائیں گی۔ خواتین سے متعلق مسلم معاشروں میں بعض افراد کا نامناسب رویہ اگر اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوتا تو اسلام کبھی بھی اس پر سزائیں مقرر نہ کرتا لیکن ان نامناسب رویوں پر سزائیں مقرر کر کے بتایا کہ اسلام ان افعال کو جرائم سمجھتا ہے اور اس کے لیے سزا بھی مقرر کر دی۔

تجاویز وسفارشات

- اسلام کے نام پر جو لوگ بھی خواتین پر ظلم کرتے ہیں ان کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق سزا دینے کا عمل شروع کیا جائے چاہے اس میں معاشرے کا بااثر طبقہ ملوث ہو یا کوئی چھوٹا طبقہ قانون سب کے لیے ہو۔ اس سے معاشرے میں عورت کی حق تلفی کا سلسلہ رک جائے گا۔
- اسلام نے خواتین کے حوالے سے جو حقیقی تصویر پیش کی ہے اُسے معاشرے میں ترویج دی جائے۔
- خواتین کے حقوق کے حوالے سے قانون سازی کرتے وقت اسلامی تعلیمات کو مدِ نظر رکھا جائے نہ کہ یورپی ممالک یا اسلام بیزار طبقوں سے مرعوب ہو کر قانون سازی کی جائے۔
- قانون سازی کرتے وقت جس مقام کے لیے قانون سازی کی جارہی ہو وہاں کے حقائق، معاشرتی اقدار اور وہاں کے عرف وعادات جو شریعت کے ہم آہنگ ہو اس کو بھی مدِ نظر رکھا جائے نہ کہ باہر سے کوئی چیز لا کر اس معاشرے پر مسلط کرنے کی کوشش کرنے چاہیے۔

- خواتین کی تعلیم کے لیے باقاعدہ علاحدہ تعلیمی ادارے بنائے جائیں تاکہ وہ مکمل یکسوئی اور توجہ سے اپنی تعلیم جاری رکھ سکے اور اوباش قسم کے لوگوں کے فتنوں سے وہ محفوظ رہیں۔
- تعلیمِ نسواں میں اسلام کے عورتوں کو عطا کردہ حقوق کا موضوع بھی رکھا جائے اور ان سے خواتین کو روشناس کروایا جائے تاکہ وہ اسلام بیزاروں کے جھانسے میں آنے سے محفوظ رہ سکیں۔
- اسلام نے خواتین کو جو بھی حقوق دیے ہیں ان کی یقینی فراہمی کا عمل آسان اور لازم بنایا جائے۔اور اس کے حوالے سے خصوصی قانون سازی کی جائے۔
- عورتوں کے استحصال پر مبنی رسومات کے خلاف قانون سازی کرنے کے علاوہ ان پر عمل درآمد کا یقینی بنایا جائے۔
- ذرائع ابلاغ پر خواتین کی عزت وو قار کے خلاف مبنی ڈراموں اور دیگر پروگرامات کی روک تھام کی جائے۔
- نوجوان نسل کو امہات المؤمنینؓ اور صحابیاتؓ کے روشن کردار سے متعارف کروانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔
- حقوقِ نسواں کے موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل نے مختلف مواقع پر جو سفارشات دی ہیں ان پر بھی عملدرآمد کے لیے سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔